عبدالرؤف نوشہروی

وسطِ ایشیا کی نو آزاد مُسلم ریاستیں

وسطِ ایشیا تاشقند، سمرقند، بلخ، بخارا وغیرہ کو اسلامی تاریخ اور ثقافت میں بہت اہم مقام حاصل ہے۔ یہ وہ خطہ ہے جس نے امام بخاری، امام ابوحنیفہ اور امام ترمذی جیسے محدث اور فقیہہ پیدا کیے اور اس طرح وہاں اسلامی تعلیمات راسخ بنیادوں پر استوار ہوئیں، بعد میں اس خطے پر جو بیتی اس سے ہم بے تعلق نہیں رہ سکتے۔

اس علاقے میں اسلام کی شعاعیں خلیفہ دوم حضرت عمر فاروق کے زمانے میں پہنچیں۔ شمالی آذربائیجان میں اسلامی افواج کا ایرانی سپہ سالار یزدگرد کی فوجوں سے مقابلہ ہوا اور ۲۲ھ میں آذربائیجان کے حکمران اسفندیار کو بکیر بن عبداللہ اور عقبہ بن فرقد کے ہاتھوں شکست ہوئی، جب کہ بقول بلاذری حذیفہ نے آذربائیجان فتح کیا۔ آرمینیا کے حاکم شہریار نے ہتھیار ڈال دیے اور موقان پر قبضہ ہوگیا۔ اس طرح چلتے چلتے عبدالرحمٰن وولگا دریا تک پہنچ گیا۔ سعید بن امیہ نے جارجیا میں پہلی اسلامی حکومت قائم کی اور پھر یہ تینوں علاقے بصرہ میں مقیم عبداللہ بن امیر کے زیر نگرانی آگئے۔

اس کے بعض کمانڈروں نے افغانستان کے کچھ حصوں کو بھی زیر کیا۔ بلخ کے بدھ حاکم نے دوستی کا ہاتھ بڑھایا، اور ۵۴ھ میں مسلم کمانڈر عبیداللہ بن زیاد نے آمو دریا (OXUS) کو پار کیا۔ ۵۵ھ میں سعد بن عثمان نے مغربی ترکستان میں پیش قدمی جاری رکھی اور ترکمان خاتون کی ۲۰ ہزار فوج نے شکست مان لی۔ بخارا پر بغیر کسی مقابلے کے قبضہ ہوگیا۔ سمرقند فتح کرنے میں صرف تین دن لگے۔ بعدازاں

قرب و جوار کا دیگر علاقہ فتح کرنا آسان ہوگیا ۔ ۶۱ھ میں سلم بن زیاد نے خوارزم کا جو باغی سرداروں کا گڑھ تھا، محاصرہ کیا ۔ وہ ۰.۵ ملین (Million) دینار جزیہ دینے پر راضی ہوگئے ۔ ۸۶ھ میں حجاج بن یوسف نے قتیبہ بن مسلم کو مفتوحہ خراسان کا حاکم مقرر کیا اور اس طرح ترکستان نیز آمو دریا کے اس پار کے علاقے اسلام سے متعارف کرانے کا کام مکمل ہوا ۔

دراصل ان علاقوں میں مشکل یہ پیش آئی کہ لوگ وقتی طور پر مطیع اور مسلمان ہوجاتے تھے، لیکن عرب فوجوں کی مراجعت کے بعد پھر منحرف ہوجاتے تھے، اس لیے بعض علاقوں پر بار بار فوج کشی کرنی پڑی ۔ مثلاً ۹۰ھ میں بخارا اور ۹۳ھ میں خوارزم کو دوبارہ فتح کیا گیا ۔ امیر قتیبہ نے اپنے بھائی عبیداللہ کو خوارزم کا حاکم مقرر کیا اور خود سمرقند کے بتوں کا صفایا کرتے ہوئے وہاں ایک شاندار مسجد بنوائی ۔ اس کے بعد قتیبہ تاشقند (شاش) کاشان (فرغانہ) اور کاشغر کو فتح کرتے ہوئے چینی سرحد تک بڑھتا چلا گیا ۔ (خاقانِ چین نے سمرقند والوں کی مدد کی تھی) مگر صلح صفائی ہوگئی ۔

قتیبہ بن مسلم کے بعد یزید بن مہلب خراسان کا گورنر بنا اور اس نے فتوحات کا سلسلہ جاری رکھا ۔ مغربی ترکستان (ماوراءالنہر) مشرقی ترکستان (سنکیانگ) وغیرہ سب اسلامی قلمرو میں شامل ہوگئے ۔ یہاں تک کہ آرمینیا، جارجیا، کاکیشیا اور یورپی روس تک اسلام کی روشنی پھیل گئی ۔ البتہ حالات اس وقت کسی قدر بہتر ہوئے جب خلیفہ بغداد نے ترکوں کو اپنی فوج میں بھرتی کیا ۔ اس پر ترک قبائل میں بھی اسلام کے قدم جم گئے، مگر یہ بقول آرنلڈ دسویں صدی کے وسط سے پہلے نہ ہوسکا، جب ایلخانی خاندان کا بانی مسلمان ہوگیا اور اس قوم کے دو ہزار خاندانوں نے اس کے ساتھ اسلام قبول کیا، اور پھر یہ باقی ترکوں کے مقابلے میں ترکمان کہلائے ۔ بعد میں یہی ترکمان دینِ حق کے علم بردار بن گئے اور ان کی وجہ سے دریائے جیحون (آمو دریا) اور سیحون (سر دریا) کا پورا علاقہ اسلامی تہذیب کا گہوارہ بن گیا، اور یوں تاتاری حکمران، قازان سے لے کر بحرِ قزوین (استراخان) تک حکمرانی کرتے رہے ۔

اسلامی تاریخ کے اکثر و بیشتر فقہا، محدثین، مفسرین، متکلمین، جغرافیہ دان ،

لغت نویس اور دیگر معاشرتی علوم کے ماہرین اور ادبا کو (جیسا کہ ابتدا میں اشارہ ہو چکا) اسی سرزمین نے جنم دیا۔ مگر خدائی قانون سے مفر نہیں۔ ہر کمالے را زوالے ان اللّٰہ لا یغیر ما بقوم حتیٰ یغیروا ما بانفسھم۔ مسلمان حکمرانوں میں اختلاف پیدا ہو گئے۔ وہ ایک متحدہ اسلامی سلطنت قائم کرنے اور اسلامی ریاستوں کے مابین خوش گوار تعلقات قائم رکھنے میں ناکام رہے۔ باہمی جنگ و جدل پر اُتر آئے۔ اس پر زارانِ روس نے عیسائیت کا پرچم اُٹھا کر ان کی کمزوریوں اور داخلی جھگڑوں سے فائدہ اٹھایا اور مسلمانوں کی مختلف خانیوں (ریاستوں) کو جو اخلاقی پستی کا شکار ہو چکے تھے ایک ایک کر کے ہڑپ کرنے لگے۔ عیسائی حکمران ایوان چہارم کا مسلم علاقوں پر حملوں کا آغاز ۱۵۵۲ء میں ہوا، جب ہندوستان میں سوری حکومت کا دور تھا اور ہمایوں تخت و تاج دوبارہ حاصل کرنے کے لیے کوشاں تھا۔

سب سے پہلے قازان جو ۲۴۰ سال تک اسلامی مرکز بنا رہا تھا، ہاتھ سے نکل گیا۔ ۱۵۵۷ء میں استراخان کا سقوط عمل میں آیا، اور پھر بتدریج دولگا کا پورا علاقہ ایوان کے قبضے میں چلا گیا۔ صلیبی جنگوں کا بدلہ لینے کے لیے پورا یورپ اس وقت ایوان کے جانشینوں کی پشت پر تھا۔ چنانچہ ۳۰ سال کے اندر اندر روسی طاقت اورال پہاڑ عبور کر گئی اور باشکر کے اسلامی علاقے کو زیر کرتے ہوئے شمال میں بحر قزوین اور مشرق میں مغربی سائبیریا تک پہنچ گئی۔ پھر ۱۵۸۰ء تک یہ تمام علاقہ مسلمانوں کے ہاتھ سے نکل گیا۔ دینی طبقے اور عوام نے حتی الوسع بگڑتے ہوئے حالات کا مقابلہ کیا۔ یہاں تک کہ ۱۷۷۲ء میں کاکیشیا (قفقاس) پر قبضے کے موقع پر ایک نقشبندی بزرگ ملا محمد (غازی محمدؒ) اپنے شاگردوں اور مریدوں کو ساتھ لے کر اُٹھے۔ ان کے شاگرد امام شامل نے جہاد جاری رکھا اور ۱۸۵۹ء یعنی ۱۳۷ سال تک مسلمان روسی زاروں کی مزاحمت کرتے رہے۔

روسی قیادت نے ترکستان میں بخاری، ترمذی، خوارزمی اور فارابی کی زمین کو بُری طرح لتاڑا۔ نکولس اول کی فوج نے شاش (تاشقند) کے دارالحکومت سمرقند پر قبضہ کیا۔ خوقند (فرغانہ) کے مسلمان سال بھر مقابلہ کرتے رہے۔ بدقسمتی سے ۱۸۷۳ء اور ۱۸۸۴ء میں شاعر مروزی، امام ابن حنبل اور فضیل بن عیاض کا وطن مرو، امام نسائی کا شہر نسا، امام

سرخسی کا مسکن سرخس اور امام بیہقی کا شہر بیہق روسی زاروں کی چیرہ دستی کا شکار ہو گئے۔ تاہم مسلمانوں کے اندر آزادی کی تحریکیں چلتی رہیں اور سرفروشی کا سلسلہ جاری رہا۔

۱۹۱۷ء میں لینن کی قیادت میں بالشویک اُٹھے جنھوں نے مسلمانوں کو زارِ روس کے چنگل سے نکلنے کے لیے بالشویک تحریک کا ساتھ دینے کو کہا۔ کچھ مسلمان الگ رہے، کچھ نوجوان فریب میں آگئے۔ اس طرح کمیونزم کا نظام مسلمانوں پر بھی مسلط ہو گیا۔ اس کے بعد وہاں مسلمانوں کے اوپر جو بیتی وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔ بالآخر رحمتِ خداوندی جوش میں آئی، روسی نظام میں دراڑیں پڑنے لگیں۔ ۱۹۸۵ء میں گورباچوف کی اصلاحات کا آغاز ہوا اور اس طرح روس کی مسلم آبادیوں کو بھی ان حالات سے فائدہ اٹھانے کا موقع ملا۔ دینی مراسم کی ادائیگی کی کسی قدر (روسی یہودیوں کے مقابلے میں بہت کم) آزادی حاصل ہوئی۔ مسجدیں اور دینی ادارے بنانے کی اجازت ملی۔ قدیم مساجد واگذار ہوئیں اور ان کی مرمت اور رنگ و روغن کا سلسلہ شروع ہوا۔

بقول مفتی تاز قستان محمد صادق کے "اسلام روس میں دوبارہ آرہا ہے اور مسلمانوں کی تحریک میں نئی زندگی آگئی ہے" اور امید ہے یہاں جلد ہی اسلام کی نشأۃ ثانیہ کا خواب شرمندۂ تعبیر ہوگا۔

عربی رسم الخط بحال ہو رہا ہے اور کچھ مبلغین جو عرب کی اسلامی یونیورسٹیوں کے سند یافتہ ہیں، میدان میں اتر آئے ہیں تاکہ اسلامی تشخص یہاں دوبارہ اجاگر کیا جائے۔ اس طرح پوری قوم جوش و خروش اور ولولے کے ساتھ آگے بڑھ رہی ہے۔

گورباچوف کی اصطلاحات سے یہودیوں کو زیادہ فائدہ پہنچا، جب کہ مسلمانوں کی مذہبی آزادی محدود رہی۔ مثلاً جب آذربائیجان میں مسلمانوں نے آزادی کی تحریک کو آگے بڑھایا تو ٹینک میدان میں آگئے جب کہ آرمینیا میں یہودیوں کے ساتھ انھوں نے مذاکرات سے کام لیا۔ تاہم اسلامی تحریک آگے بڑھ رہی ہے۔

اکتوبر ۱۹۹۰ء کو امام ترمذی کے بارہ سو سالہ سن پیدائش پر ایک عظیم الشان عالمی کانفرنس منعقد ہوئی، اس موقعے پر امام ترمذی کے علاوہ دیگر محدثین و فقہا کے متعلق بھی

گفتگو ہوئی۔ حکومت سے مطالبہ کیا گیا کہ مسلم علاقوں میں اسلامی یونیورسٹیاں قائم کی جائیں جو وہاں کے قدیم اہل کمال سے منسوب ہوں۔ مثلاً امام بخاری یونیورسٹی، امام مسلم یونیورسٹی، امام ابواللیث سمرقندی یونیورسٹی وغیرہ، تاکہ اس نواح کے سات کروڑ مسلمانوں کی علمی ضروریات بھی پوری ہو سکیں۔

دوسرا مطالبہ یہ کیا گیا کہ ان مساجد کی جو خستہ حال ہیں یا منہدم ہو چکی ہیں مرمت کی جائے، اور جو بطور اصطبل یا گودام استعمال ہو رہی تھیں انھیں واگذار کیا جائے۔ لوگوں نے اس کار خیر کے لیے عطیات پیش کیے۔

تیسری بات یہ ہوئی کہ اسلامی ممالک میں وفود بھیجے جائیں تاکہ ان نو آزاد مسلم ریاستوں قازقستان، تاتار، یا شکرشیشاں وغیرہ میں سرمایہ کاری کر کے کارخانے لگوائے جائیں اور اس طرح مقامی باشندوں کی فنی مہارت بروئے کار لائی جا سکے۔ نیز زراعت اور سیاحت کو فروغ دیا جائے۔

اسلام کی چنگاری جو پرانی نسل (خصوصاً خواتین) نے اپنے سینوں میں چھپا رکھی تھی، موافق حالات میسر آنے پر چمک اٹھی۔ نئی نسل بھی (پریشان حالی اور اطمینانِ قلب کے فقدان کے سبب) متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکی۔ اب حالت یہ ہے کہ جمعے کے روز جگہ نہ ملنے پر مساجد کے باہر سڑکوں اور پارکوں میں صفیں بچھا کر لوگ نماز پڑھتے دکھائی دیتے ہیں۔ نوجوان اور کم سن بچے بھی (جن کی مذہبی تعلیم چوری چھپے جاری تھی) قرآن خوش الحانی سے پڑھتے ہیں اور حُسنِ قرات کے مقابلے ہوتے ہیں۔ سعودی حکومت نے ہزاروں کی تعداد میں قرآن پاک تحفتاً بھیجے ہیں۔ ماسکو اور قازقستان میں البرکہ گروپ نے اسلامی بینک کھولنے کا بھی اہتمام کیا ہے جو سود سے پاک کاروبار کرتے ہیں۔ پاکستان اور دیگر اسلامی ممالک کو بھی اس موقعے سے فائدہ اٹھانا چاہیے۔ ہم خرما و ہم ثواب۔ اس طرح چینی ترکستان سے لے کر بلغاریہ تک اسلامی پٹی مستقبل میں انشاء اللہ اسلام کی مضبوط اور محکم دیوار ثابت ہوگی۔

معلوم ہوا ہے کہ پاکستان کی بعض تنظیمیں گزشتہ دس سال سے روسی زبان میں اسلامی

لٹریچر تیار کر رہی تھیں۔ کہا جاتا ہے کہ اُنھوں نے کوئی بیس کتابیں (Titles) نیز قرآن پاک کے تراجم وہاں پہنچا دیے ہیں۔ سرکاری دعوت اکیڈیمی کو بھی اپنی کارکردگی دکھانے کا یہ سنہری موقع ہے۔ اس طرح مبلغین، علما، دانشوروں اور طلبا کے وفود بھیجے جائیں جو خالص مذہبی جذبے سے وہاں خدمت کریں (کسی نوع کا جذبۂ استحصال ذہن میں نہیں ہونا چاہیے) تاکہ قدیم رشتے اور روابط دوبارہ پیدا ہوں اور باہمی اعتماد کی فضا پروان چڑھے۔

خیال رہے کہ امریکہ اور یہودی اس صورت حال سے بے خبر نہیں۔ باکو کے تیل پر ان کی نظر ہے۔ وہ قومیت، مسلک اور زبان کے بہانے اُنھیں لڑائیں گے۔ (اگرچہ دُنیا کے اکثر ممالک کثیر نسلی، کثیر لسانی اور کثیر قومی ہیں) لہٰذا یہ اب ان نوآزاد مسلمان ممالک کے سیاست دانوں کی حکمت عملی پر منحصر ہے کہ وہ حالات کو بگڑنے سے روکیں اور اپنی ایٹمی توانائی کے مراکز سے (جو مختلف ریاستوں میں پھیلے ہوئے ہیں) صحت، زراعت، توانائی کے میدان میں باہم استفادہ کریں۔

اب صورت حال یہ ہے کہ بالٹک ریاستوں نے علیحدگی کی بنا ڈال دی ہے۔ بعد میں جارجیا، ازبکستان، تاجکستان اور آذر بائیجان وغیرہ نے آزادی کا اعلان کیا، اور یوکرائن نے بھی ۔ سوویت یونین کے خاتمے کے بعد یورپ اور امریکہ کو مسلمانوں سے خطرہ ہے۔ (فلسطین میں اسرائیل کا قیام اسی خطرے کا تدارک ہے) اس لیے ان طاقتوں کی یہ پوری کوشش ہوگی کہ مسلمان ممالک کو جدید ٹکنالوجی سے بے بہرہ رکھا جائے۔ حال ہی میں اسلامی ممالک کی تنظیم نے ان نوآزاد ممالک کو اپنے اجلاس میں آنے کی دعوت دی (بعد کی اطلاع کے مطابق بعض کو پورا ممبر بھی بنا لیا) اس طرح یہ ممالک دیگر غیر مسلم ریاستوں کی سنٹرل ایشین یونین (C A U) اور کمونٹی آف انڈی پنڈنٹ نیشنز (CIN) وغیرہ سے کسی طرح بھی پیچھے نہ رہیں گے۔

جیسا کہ اوپر اشارہ کیا گیا یہ نوآزاد ریاستیں (خصوصاً ازبکستان) ہر طرح کی یلغار کی زد میں ہیں مثلاً ثقافتی، اقتصادی، سیاحتی اور سیاسی یلغار۔ تاشقند، سمرقند،

بخارا اور دیگر بڑے شہر جاپانی، امریکی، یورپی، بھارتی اور بہت سے مسلمان سیاحوں سے بھرے پڑے ہیں۔ ان میں سے بعض لوگ سیر و سیاحت کے علاوہ دیگر عزائم بھی رکھتے ہیں۔ مغربی دانشور یہ جائزہ لے رہے ہیں کہ یہاں احیائے اسلام کا کس طرح سدِ باب کیا جائے۔ جاپانی اسے اقتصادی مارکیٹ بنانا چاہتے ہیں اور بھارتی تاجر اس فکر میں ہیں کہ وسیع اقتصادی معاملات میں پاکستان کے مقابلے میں زیادہ فائدہ اُٹھایا جائے۔

ازبکستان اور یہاں کی دیگر اسلامی ریاستیں اس وقت پریشان حال ہیں۔ اُنھیں اسلام عزیز ہے، مگر اس سے پہلے اپنی بقا کا مسئلہ نہایت ضروری ہے۔ پھر ہمیں یہ بھی سوچنا ہے کہ سالہا سال کے روسی استعماری اور لادینی اثرات ایک دن میں تو ختم نہیں ہو جائیں گے۔ روسی جلتے جاتے یہاں کچھ زیادتیاں کر گئے ہیں۔ یہاں اُنھوں نے روسیوں کو آباد کیا۔ ۱۹۲۶ء سے ۱۹۵۹ء تک روسیوں کی تعداد ۵ ٪ سے بڑھ کر ۱۸٪ ہو گئی۔ زلزلہ تاشقند کے بعد ۴۰ ٪ (والنٹیئرز یہیں بس گئے)۔ روسیوں نے یہاں عربی رسم الخط کو بدل کر ۱۹۴۱ء میں لاطینی رسم الخط رائج کیا۔ لاکھوں عربی کتابیں نذرِ آتش کر دی گئیں تاکہ اسلامی ثقافت کی بیخ کنی کی جا سکے۔ وسطِ ایشیا کے زرعی فارموں کی پیداوار پر مبنی صنعتیں یورپی سیکٹر میں قائم کر دی گئیں۔ یہ علاقہ بہترین کپاس پیدا کرتا ہے، مگر تاشقند میں صرف ایک ٹیکسٹائل مل ہے۔ مقامی قراقل روسی قراقل کے نام سے برآمد کی جاتی رہی۔ نیز یہاں کی سونے کی کانوں سے خدا جانے کتنا سونا اس دوران نکالا گیا۔

اس کے علاوہ سوویٹ یونین کی بھارت نواز پالیسیوں کی وجہ سے وسط ایشیا کی ریاستوں میں بھارت کا اثر و رسوخ بہت زیادہ ہے اور بھارت کی بہت سی تعمیراتی کمپنیاں ان ریاستوں میں بڑے منصوبوں پر کام کر رہی ہیں۔
حکومتِ پاکستان کو ان ریاستوں کے لوگوں کی پوری پوری مدد کرنی چاہیے۔